

ان سوالات میں تنقیح طلب اور صرف دو ہیں۔ ایک یہ کہ قبل متردد اور کفار کی تبلیغ کے باب میں اسلام کے واقعی احکام کیا ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہمارے پاس کیا دلائل ہیں جن سے ہم ان احکام کی حقیقت پر خود مطمئن ہیں اور دوسروں کو مطمئن کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔

۱۔ مسئلہ قبل متردد شرعی حیثیت | جہاں تک پہلی تنقیح کا تعلق ہے، یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ اسلام میں ایسے شخص کی سزا قتل ہے جو مسلمان ہو کر کچھ کفر کی طرف پلٹ جائے۔ اس باب میں پہلا شک جو مسلمانوں کے اندر پیدا ہوا وہ انیسویں صدی عیسوی کے دور آخر کی تاریک خیالی کا نتیجہ تھا، ورنہ اس سے پہلے کامل بارہ سو برس تک یہ تمام امت کا متفق علیہ مسئلہ رہا ہے اور ہمارا پورا دینی نظریہ شاہد ہے کہ قبل متردد کے معانی میں مسلمانوں کے درمیان کبھی دورا میں نہیں پائی گئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، صحابہ کبار، تابعین، ائمہ مجتہدین، اور ان کے بعد ہر صدی کے علمائے شریعت کی تصدیقات کتابوں میں موجود ہیں۔ ان سب کو جمع کر کے دیکھ لیجیے۔ آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ دو نبوت سے لے کر آج تک اس مسئلہ میں ایک ہی حکم مسلسل و متواتر چلا آ رہا ہے اور کہیں اس شبہ کے لیے کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی کہ شاید متردد کی سزا قتل نہ ہو۔ ایسے ثابت شدہ مسائل کے تعلق جن لوگوں نے موجودہ زمانہ کی نام نہاد روشن خیالی سے منشاثر ہو کر اختلافی بحث کا دروازہ کھولا ان کی جسارت فی الواقع سخت حیرت انگیز ہے۔ انھوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اگر ایسے امور بھی مشکوک ہو جائیں جن کے لیے اس قدر سلسل اور تواتر کے ساتھ شہادتیں پائی جاتی ہیں تو معاملہ ایک دو مسائل تک محدود کہاں رہتا ہے۔ اس کے بعد تو زمانہ گذشتہ کی کوئی چیز بھی جو ہم تک روایت پہنچی ہے شک سے محفوظ نہیں رہتی، خواہ وہ قرآن ہو یا نماز یا روزہ، بلکہ سرے سے یہی بات مشکوک ہو جاتی ہے کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کبھی دنیا میں مبعوث بھی ہوئے تھے یا نہیں۔ اس قسم کے شکوک پیدا کرنے کے بجائے درحقیقت ان کے لیے زیادہ مقبول طریقہ یہ تھا کہ جو کچھ واقعہ ہے اور مستند شہادتوں

سے ثابت ہے اسے واقعہ کی حیثیت سے تسلیم کر لیتے اور پھر غور اس امر پر کرتے کہ آیا ہم اس دین کا اتباع کریں یا نہ کریں جو مزدک کو موت کی سزا دیتا ہے۔ اپنے مذہب کی کسی ثابت و مسلم چیز کو اپنے عقلی معیاروں کے خلاف پا کر جو شخص یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ چیز اس مذہب میں ہے ہی نہیں وہ دراصل یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ "کافر توائی خدا ناچار مسلمان شو" کی حالت میں مبتلا ہے یعنی اس کا طریق فکر و نظر جس مذہب کے حقیقی راستہ سے منحرف ہو چکا ہے، اس میں رہنے پر وہ صرف اس لیے اصرار کر رہا ہے کہ وہ مذہب اس نے باپ دادا سے پایا ہے۔

حکم قتل مزدک کا ثبوت | ذرا نفعِ علوٰت کی کمی کی وجہ سے جن لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ ہے کہ شاید اسلام میں مزدکی سزا قتل نہ ہو اور بعد کے مولویوں نے یہ چیز اپنی طرف سے اس دین میں بڑھادی ہو ان کو اطمینان دلانے کے لیے مید بہاں مختصر اس کا ثبوت پیش کرتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من بدل دینہ فاقتلوه | جو شخص (یعنی مسلمان) اپنا دین بدلے اُسے قتل کر دو

یہ حدیث حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت خالد بن ولید اور متعدد دوسرے صحابہ سے مروی ہے اور تمام معتبر کتب حدیث میں موجود ہے۔ اس کی مزید تائید حسب ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمان ہو اور اس بات کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، اس کا خون تین جرائم کے سوا کسی چیز میں حلال نہیں، ایک یہ کہ اس نے کسی کی جان لی ہو اور قصاص کا حق ہو گیا ہو، دوسرے یہ کہ وہ شادی شدہ ہو

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجل دم امرء مسلم يشهد ان لا اله الا الله وانى رسول الله الا باحدى ثلاث: بالنفس بالنفس، والتبيب الزاني، والمفاسق لدينه التارك للجماعة (بخاری، کتاب الديات، وسلم کتاب الفتن والحدود والقصاص والديات)

اور زنا کرے، تیسرے یہ کہ اپنے دین کو چھوڑنے اور جماعت سے الگ ہو جائے۔

## ۲۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں آتا یہ کہ اس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کی ہو، یا مسلمان ہونے کے بعد کفر اختیار کیا ہو، یا کسی کی جان لی ہو۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یجحد ما مرء مسلم الا سرجل زنی بعد احصائه او کفر بعد اسلامه او النفس بالنفس (نسائی، باب ذکر یحیل بہ دم مسلم)

## ۳۔ حضرت عثمان کی روایت ہے

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے پھر تین صورتوں کے ایک یہ کہ کوئی شخص اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا ہو، دوسرے یہ کہ شادی شدہ ہونے کے بعد اس نے زنا کی ہو تیسرے یہ کہ وہ قتل کا مرتکب ہو بغیر اس کے کہ اسے جان کے بدلے جان لینے کا حق حاصل ہوا ہو۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یجحد ما مرء مسلم الا باحدی ثلاث، سرجل کفر بعد اسلامه او زنی بعد احصائه او قتل نفساً بغیر نفس (نسائی، باب)

## حضرت عثمان ہی سے دوسری روایت یہ ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین جگہ کی پاداش میں، ایک یہ کہ کسی نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کی ہو، اس کی سزا سنگساری ہے، دوسرے یہ کہ کسی نے عداقت کا ارتکاب کیا ہو، اس پر قصاص ہے، تیسرے یہ کہ کوئی اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا ہو، اس کی سزا قتل ہے۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یجحد ما مرء مسلم الا باحد ثلاث سرجل زنی بعد احصائه فعلیهما الحجم او قتل عداً علیہ القود او ارتد بعد اسلامه فعلیه القتل (نسائی، باب الحكم فی المرتد)

تاریخ کی تمام متبرکت کتابوں سے ثابت ہے کہ یہ حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر ہزاروں آدمیوں کے سامنے اس وقت بیان کی تھی جب کہ باغی آپ کے مکان کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور آپ کے قتل کے دہے تھے۔ اگر یہ امر ذرہ برابر بھی مشتبہ ہوتا کہ آیا یہ فرمان نبوی ہے یا نہیں، تو سینکڑوں آوازیں بلند ہو جاتیں کہ آپ کا بیان غلط ہے یا سنگو ہے۔

۴۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت الی الیمن ثلثا سسل معاذ بن جبل بعد ذالک فلما قتلہ فقال ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم فالقی لہ ابو موسیٰ وسأذ لیجلس علیہا فاتی سرجل کان یهودیا فاسلم ثم کفر فقال معاذ لا اجلس حتی یقتل فضا و اللہ ورسولہ ثلاث مرات فلما قتل قعی (نسائی باب حکم المرتد۔ بخاری باب حکم المرتد والاسد واستتابتہم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (یعنی حضرت ابو موسیٰ کی) یمن کا حکم مقرر کر کے بھیجا پھر اس کے بعد معاذ بن جبل کو ان کے معاون کی حیثیت سے روانہ کیا جب معاذ وہاں پہنچے تو انھوں نے اعلان کیا کہ لوگو! میں تمہاری طرف اللہ کے رسول کا فرستادہ ہوں۔ ابو موسیٰ نے ان کے لیے نیکہ رکھا تاکہ اس سے ٹیک لگا کر ٹھیس نہ اتنے میں ایک شخص پیش ہوا جو پہلے یہودی تھا پھر مسلمان ہوا پھر یہودی ہو گیا۔ معاذ نے کہا میں ہرگز نہ بیٹھوں گا جب تک یہ شخص قتل نہ کر دیا جائے، اللہ اور اس کے رسول کا یہی فیصلہ ہے معاذ

نے یہ بات تین دفعہ کہی۔ آخر کا جب وہ قتل کر دیا گیا تو معاذ بیٹھ گئے۔

خیال رہے کہ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیش آیا۔ اس وقت حضرت ابو موسیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گورنر کی حیثیت میں اور حضرت معاذ والس گورنر کی حیثیت میں تھے۔ اگر ان کا یہ فعل واقعی اللہ اور رسول کے فیصلہ پر مبنی نہ ہوتا تو یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس صحیح

باز پرس فرماتے۔

خلافت راشدہ کے نظائر | اس کے بعد دو خلافت راشدہ کے نظائر ملاحظہ ہوں:

(۱) حضرت ابوبکر کے زمانہ میں ایک عورت جس کا نام ام فرقہ تھا اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئی۔ حضرت ابوبکر نے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا، مگر اس نے توبہ نہ کی۔ حضرت ابوبکر نے اسے قتل کر دیا۔ (کنز العمال و نیل الاوطار)

(۲) عمر و ابن عاص حاکم مصر نے حضرت عمر کو لکھا کہ ایک شخص اسلام لایا تھا، پھر کافر ہو گیا، پھر اسلام لایا پھر کافر ہو گیا یہ فعل وہ کئی مرتبہ کر چکا ہے۔ اب اس کا اسلام قبول کیا جائے یا نہیں حضرت عمر نے جواب دیا کہ جب تک اللہ اس سے اسلام قبول کرتا ہے تم بھی کیے جاؤ اس کے سامنے اسلام پیش کرو، مان لے تو چھوڑ دو ورنہ گردن مار دو (کنز العمال)

(۳) سعد بن ابی وقاص اور ابوموسیٰ اشعری نے تستر کی فتح کے بعد حضرت عمر کے پاس ایک قاصد بھیجا قاصد نے حضرت عمر کے سامنے حالات کی رپورٹ پیش کی۔ آخر میں حضرت عمر نے پوچھا کوئی اور غیر معمولی بات؟ اس نے عرض کیا ہاں اے امیر المؤمنین! ہم نے ایک عرب کو پکڑا جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا تھا۔ حضرت عمر نے پوچھا پھر تم نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ اس نے کہا ہم نے اسے قتل کر دیا۔ اس پر حضرت عمر نے کہا تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ اسے ایک کمرے میں بند کر کے دروازہ کا تینہ لگا دیتے، پھر تین دن تک روزانہ ایک روٹی اس کے پاس بھینکتے رہتے شاید کہ وہ اس دوران میں توبہ کر لیتا۔ خدایا یہ کام میرے حکم سے نہیں ہوا، نہ میرے سامنے ہوا، نہ میرے سن کر راضی ہوا، لیکن حضرت عمر نے اس پر حضرت سعد اور ابوموسیٰ اشعری سے کوئی باز پرس نہیں کی اور نہ کوئی سنز اتھمیر کی (طحاوی، کتاب السیر، بحث استتابة المرتد)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سعد اور ابوموسیٰ کا فعل تھا تو قانون کی حدود کے اندر لیکن

حضرت عمر کی لائے میں اس شخص کو توبہ کا موقع دینا آسن تھا۔

(۴) حضرت عبداللہ ابن مسعود کو اطلاع ملی کہ بنی حنیفہ کی ایک مسجد میں کچھ لوگ شہادت دے رہے ہیں کہ سیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ نے پولیس بھیجی اور ان کو گرفتار کر کے بلا لیا۔ جب وہ لوگ ان کے سامنے پیش ہوئے تو سب نے توبہ کر لی اور اقرار کیا کہ ہم آئندہ ایسا نہ کریں گے۔ حضرت عبداللہ نے اوروں کو نوچھوڑ دیا مگر ان میں سے ایک شخص عبداللہ بن النواصح کو موت کی سزا دی۔ لوگوں نے کہا یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ نے ایک ہی مقدمہ میں دو مختلف فیصلے کیے حضرت عبداللہ نے جواب دیا کہ یہ ابن النواصح وہ شخص ہے جو سیلمہ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفیر بن کر آیا تھا میں اس وقت حاضر تھا۔ ایک دوسرا شخص حجر بن ذئال بھی اس کے ساتھ سفارت میں شریک تھا۔ آنحضرت نے ان دونوں سے پوچھا کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ آپ گواہی دیتے ہیں کہ سیلمہ اللہ کا رسول ہے؟ اس پر حضور نے فرمایا کہ اگر سفارتی وفد کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا۔ یہ واقعہ بیان کر کے حضرت عبداللہ نے کہا میں نے اسی وجہ سے ابن النواصح کو سزائے موت دی ہے (طحاوی حوالہ مذکور)

واضح رہے کہ یہ واقعہ حضرت عمر کے زمانہ کا ہے جب کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود ان کے ماتحت کوفہ کے چیف جج تھے۔

(۵) کوفہ میں چند آدمی پاٹھے گئے جو سیلمہ کی دعوت پھیلا رہے تھے حضرت عثمان کو اس باب میں لکھا گیا۔ آپ نے جواب میں لکھا ان کے سامنے دین حق اور شہادت لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ پیش کی جائے۔ جہاں سے قبول کرے اور سیلمہ سے برارت کا اظہار کر دے اُسے چھوڑ دیا جائے اور جو دین سیلمہ پر قائم رہے اسے قتل کر دیا جائے۔ (طحاوی، حوالہ مذکور)

(۶) حضرت علی کے سامنے ایک شخص پیش کیا گیا جو پہلے عیسائی تھا، پھر مسلمان ہوا، پھر عیسائی ہو گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا تیری اس روش کا کیا سبب ہے؟ اس نے جواب دیا میں نے عیسائیوں کے دین کو تمہارے دین سے بہتر پایا۔ حضرت علی نے پوچھا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ اس نے کہا وہ میرے رب ہیں، یا یہ کہا کہ وہ علی کے رب ہیں۔ اس پر حضرت علی نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ (طحاوی، حوالہ مذکور)

(۷) حضرت علی کو اطلاع دی گئی کہ ایک گروہ عیسائی سے مسلمان ہوا پھر عیسائی ہو گیا۔ حضرت علی نے ان لوگوں کو گرفتار کر کے اپنے سامنے بلوایا اور حقیقتِ حلال دریافت کی انھوں نے کہا ہم عیسائی تھے، پھر ہمیں اختیار دیا گیا کہ عیسائی رہیں یا مسلمان ہو جائیں، ہم نے اسلام کو اختیار کر لیا، مگر اب ہماری رائے یہ ہے کہ ہمارے سابق دین سے فضل کوئی دین نہیں ہے، لہذا اب ہم عیسائی ہیں۔ اس پر حضرت علی کے حکم سے یہ لوگ قتل کر دیے گئے اور ان کے بال بچے غلام بنا لیے گئے۔ (طحاوی، حوالہ مذکور)

(۸) حضرت علی کو اطلاع دی گئی کہ کچھ لوگ آپ کو اپنا رب قرار دیتے ہیں۔ آپ نے انہیں بلا کر پوچھا تم کیا کہتے ہو؟ انھوں نے کہا آپ ہمارے رب ہیں اور ہمارے خالق و رازق ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا، تمہاری حالت پر افسوس ہے، میں تو تم جیسا ایک بندہ ہوں، تمہارا طرح کھانا اور پیتا ہوں، اگر اللہ کی اطاعت کروں گا تو وہ مجھے اجر دے گا اور اس کی نافرمانی کروں تو مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے سزا دے گا۔ لہذا تم خدا سے ڈرو اور اپنے اس عقیدہ کو چھوڑ دو۔ مگر انھوں نے انکار کیا۔ دوسرے دن قبر نے آکر عرض کیا کہ وہ لوگ پھر وہی بات کہہ رہے ہیں۔ آپ نے انہیں بلا کر دریافت کیا اور انھوں نے وہی سب باتیں دہرائیں۔ تیسرے روز حضرت علی نے انہیں بلا کر دھمکی دی کہ اگر اب تم نے وہ بات کہی تو میں تم کو بدترین طریقہ سے قتل کروں گا۔

مگر وہ اپنی بات پر اٹھے رہے۔ آخر کار حضرت علی نے ایک گڑھا کھدوایا، اس میں آگ جلوائی، پھر ان سے کہا، دیکھو اب بھی اپنے اس قول سے باز آ جاؤ ورنہ میں تمہیں اس گڑھے میں پھینک دوں گا، مگر وہ اپنے اسی عقیدے پر قائم رہے۔ تب حضرت علی کے حکم سے وہ سب اُس گڑھے میں پھینک دیے گئے (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۲۳۸)

(۹) حضرت علی رجبہ کے مقام پر تھے کہ آپ کو ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ یہاں ایک گھر کے لوگوں نے اپنے ہاں ایک بُت رکھ چھوڑا ہے اور اس کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت علی خود وہاں تشریف لے گئے۔ تماشائی لینے پر بُت نکل آیا۔ حضرت علی نے اس گھر میں آگ لگا دی اور وہ گھر والوں سمیت جل گیا (فتح الباری جلد ۱۲، صفحہ ۲۳۹)

(۱۰) حضرت علی کے زمانہ میں ایک شخص پکڑا ہوا آیا جو مسلمان تھا پھر کافر ہو گیا۔ آپ نے اُسے ایک مہینہ تک توبہ کی مہلت دی، پھر اس سے پوچھا، مگر اس نے توبہ سے انکار کر دیا۔ آخر کار آپ نے اُسے قتل کر دیا (کنز العمال جلد ۱، صفحہ ۲۳۹)

یہ دس نظیریں پورے دورِ خلافتِ راشدہ کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ چاروں خلفاء کے زمانہ میں جب بھی ارتداد کا واقعہ پیش آیا ہے اس کی سزا قتل ہی دی گئی ہے، اور ان میں سے کسی واقعہ میں بھی نفسِ ارتداد کے سوا کسی دوسرے جرم کی شمولیت ثابت نہیں ہے جس کی بنا پر یہ کہا جاسکے کہ قتل کی سزا دراصل اُس جرم پر دی گئی تھی نہ کہ ارتداد پر۔

مرتدوں کے خلاف خلیفہ اول کا جہاد | مگر ان سب نظیروں سے بڑھ کر وزنی نظیر اہل ردة کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق کا جہاد ہے۔ اس میں صحابہ کرام کی پوری جماعت شریک تھی۔ اس سے اگر ابتداء میں کسی نے اختلاف کیا بھی تھا تو بعد میں وہ اختلاف اتفاق سے بدل گیا تھا۔ لہذا یہ معاملہ اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ جن لوگوں نے براہِ راست نبی صلی اللہ



علیہ وسلم سے دین کی تعلیم و تربیت پائی تھی ان سب کا متفقہ فیصلہ یہ تھا کہ جو گروہ اسلام سے پھر جائے اس کے خلاف اسلامی حکومت کو جنگ کرنی چاہیے۔

بعض لوگ اس جہاد کی توجیہ نہ کرتے ہیں کہ مرتدین کی حیثیت دراصل باغیوں کی تھی کیونکہ انھوں نے حکومت کا ٹیکس (یعنی زکوٰۃ) دینا بند کر دیا تھا اور وہ حکومت کے عاملوں کو الگ کر کے خود اپنی حکومتیں قائم کرنے لگے تھے۔ لیکن یہ توجیہ چاروجہ سے قطعی غلط ہے: اولاً یہ جہاد جن لوگوں کے خلاف کیا گیا تھا وہ سارے کے سارے مانعین زکوٰۃ ہی نہیں تھے بلکہ ان میں مختلف قسم کے مرتدین شامل تھے۔ کچھ لوگ ان مدعیان نبوت پر ایمان لے آئے تھے جنہوں نے عرب کے مختلف گوشوں میں اپنی نبوت کا اعلان کیا تھا۔ کچھ لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یقین نہ رہا تھا اور وہ کہتے تھے کہ لو کان محمد نبیاً مات (اگر محمد نبی ہوتے تو مرتے نہیں) کچھ لوگ تمام ضروریات دین کے قابل تھے اور زکوٰۃ بھی ادا کرنے کے لیے تیار تھے۔ مگر ان کا کہنا یہ تھا کہ ہم اپنی زکوٰۃ بطور خود جمع اور خرچ کریں گے، ابو بکر کے عاملوں کو ہمیں دیں گے۔ کچھ اور لوگ کہتے تھے:

اطعننا رسول اللہ اذ کان بیننا فواجباً ما بال ملک ابی بکر

یعنی انھیں اس امر سے اختلاف تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کا نظام قائم ہو اور سب مسلمانوں کو اسی طرح اس مرکز سے وابستہ رہنے پر مجبور کیا جائے جس طرح وہ رسول اللہ کی شخصیت سے وابستہ تھے۔

ثانیاً، ان سب لوگوں کے لیے صحابہ نے باغی کے بجائے "مرتد" کا لفظ اور اس ہنگامے کے لیے بغاوت کے بجائے "ازداد" کا لفظ استعمال کیا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی نگاہ میں وہ اصل جرم جس کے یہ لوگ مرتکب ہوئے تھے، ازداد تھا نہ کہ بغاوت۔ جنوب عرب میں جن لوگوں نے لقیط

بن مالک الازدی کی نبوت تسلیم کر لی تھی ان کے خلاف حضرت ابو بکر نے عکرم بن ابی جہل کو جہاد کے لیے روانہ کرتے وقت یہ ہدایت کی تھی کہ ومن لقیته من المائدة بين عمان الى حضرموت واليمن فنكل به (عمان سے حضرموت اور یمن تک جہاں مرتدوں کو پایا وکیل ڈالو)۔

ثالثاً جن لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تھا ان کے معاملہ میں جب یہ شبہ ظاہر کیا گیا کہ آیا ایسے لوگوں کے خلاف جنگ کرنا جائز بھی ہے یا نہیں تو حضرت ابو بکر نے جواب دیا تھا واللہ اعلم من ضاق بين الصلوة والزكوة (خدا کی قسم، جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا)۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ خلیفہ اول کی نگاہ میں ان کا اصل جرم ٹیکس نہ دینا نہیں تھا بلکہ دین اسلام کے دوارکان میں سے ایک کو ماننا اور دوسرے کو نہ ماننا تھا۔ اور آخر کار جس بنیاد پر صحابہ کرام نے ان مانعین زکوٰۃ سے جنگ کرنے کے معاملہ میں خلیفہ سے اتفاق کیا وہ یہی تھی کہ خلیفہ برحق کے دلائل سے انھیں اس امر کا پورا اطمینان ہو گیا کہ نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرنے کی وجہ سے یہ لوگ دائرہ دین سے باہر نکل چکے ہیں۔

رابعاً، ان سب سے بڑھ کر فیصلہ کن چیز یہ سنا ابو بکر صدیق کا وہ فرمان عام (Proclamation) ہے جو آپ نے عرب کے مختلف گوشوں میں مرتدین کے خلاف جہاد کے لیے ۱۱ فوجیں روانہ کرتے وقت ہر فوج کے کمانڈر کو لکھ کر دیا تھا۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ (جلد ۶ ص ۳۱۷) میں یہ پورا فرمان نقل کیا ہے۔ اس کے حرب ذیل فقرے خاص طور پر قابل غور ہیں:

”تم میں سے جن لوگوں نے شیطان کی پیروی قبول کی ہے اور جو اللہ سے بے خوف ہو کر

اسلام سے کفر کی طرف پھر گئے ہیں ان کی اس حرکت کا حال مجھے معلوم ہوا..... اب

میں نے فلاں شخص کو ہاجرین و انصار اور نیک نہاد تابعین کی ایک فوج کے ساتھ تمہارا

طرف بھیجا ہے اور اسے ہدایت کر دی ہے کہ ایمان کے سوا کسی سے کچھ قبول نہ کرے، اور

اللہ عزوجل کی طرف دعوت دینے بجز کسی کو قتل نہ کرے۔ پس جو کوئی اُس کی دعوت الی اللہ کو قبول کرے گا اور اقرار کرنے کے بعد اپنا عمل درست رکھے گا اس کے اقرار کو وہ قبول کر لے گا اور اُس سے راہِ راست پر چلنے میں مدد دے گا اور جو انکار کرے گا اس سے وہ لڑے گا یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے۔ اس کو حکم دے دیا گیا ہے کہ انکار کرنے والوں میں سے جس پر وہ قابو پائے اسے جیتا نہ چھوڑے، ان کی ہستیوں کو جلا دے، ان کو نیست و نابود کر دے ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنائے اور اسلام کے سوا کسی سے کچھ قبول نہ کرے۔ پس جو اس کی بات مان لے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو نہ مانے گا وہ اللہ کو عاجز نہ کر سکے گا۔ میں نے اپنے فرستادہ امیر کو یہ بھی ہدایت کر دی ہے کہ میری اس تجویز کو تمہارے ہر مجمع میں سنا دے۔ اور یہ کہ اسلام قبول کرنے کی علامت اذان ہے، جہاں سے اذان کی آواز آئے اس جیسی ہی تعرض نہ کرو اور جہاں سے یہ آواز نہ آئے وہاں کے لوگوں سے بوجھو کہ وہ کیوں اذان نہیں دیتے، اگر وہ انکار کریں تو اُن پر لڑ پڑو اور اگر اقرار کریں تو ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جس کے وہ مستحق ہیں۔“

ائمہ مجتہدین کا اتفاق | اب بحث طویل ہو جائے گی اگر ہم پہلی صدی ہجری سے لے کر اس چودھویں صدی تک کے فقہاء کی تحریروں میں مسلسل نقل کریں۔ لیکن ہم اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مسئلہ کے جزئیات میں مذاہبِ اربعہ کے درمیان خفاہ کتنا ہی اختلاف ہو، بہر حال نفسِ مسئلہ کہ مرتد کی سزا قتل ہے، فقہ کے چاروں مذاہب میں متفق علیہ ہے۔ امام مالک کا مذہب ان کی کتاب موطار میں یوں لکھا ہے :

”نید بن اسلم سے مالک نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنا دین

بمے اس کی گردن مار دو۔ اس حدیث کے متعلق مالک نے کہا، جہاں تک ہم سمجھ سکے ہیں، نبی

صلعم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلام سے نکل کر کسی دوسرے طریقہ کا پیر ہو جائے مگر اپنے کفر کو چھپا کر اسلام کا اظہار کرتا ہے، جیسا کہ زندیقوں اور اسی طرح کے دوسرے لوگوں کا ڈھنگ ہے، تو اس کا جرم ثابت ہو جائے کے بعد اُسے قتل کر دیا جائے اور تو بلا مطالبہ نہ کیا جائے کیونکہ ایسے لوگوں کی توبہ کا بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور جو شخص اسلام سے نکل کر علانیہ کسی دوسرے طریقہ کی پیروی اختیار کرے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے، توبہ کر لے تو خیر ورنہ قتل کیا جائے۔ (باب القضا فی من ارتد عن الاسلام)

خاندانہ کا مذہب ان کی مستند ترین کتاب "المغنی" میں اس طرح بیان ہوا ہے :

"امام احمد بن حنبل کی رائے یہ ہے کہ جو عاقل و بالغ مرد یا عورت اسلام کے بعد کفر اختیار کرے اُسے تین دن تک توبہ کی ہمت دی جائے، اگر توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے یہی ماہے حسن بصری، ڈھیری، ابراہیم نخعی، کھول احمد، مالک، لیث، اوزاعی، شافعی اور اسحاق بن راہویہ کی ہے۔ (جلد ۱۰ ص ۳۷۷)

مذہب حنفی کی تصریح امام طحاوی نے اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں اس طرح کی ہے :

"اسلام سے مرتد ہونے والے شخص کے بارے میں فقہار کے درمیان اختلاف اس امر میں ہے کہ آیا اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے یا نہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اگر امام اس سے توبہ کا مطالبہ کرے تو یہ زیادہ بہتر ہے پھر اگر وہ شخص توبہ کر لے تو چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے۔ امام ابوحنیفہ، ابو یوسف اور محمد رحمۃ اللہ علیہم ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے یہ رائے اختیار کی ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ توبہ کا مطالبہ کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ ان کے نزدیک مرتد کی حیثیت حربی کافر کی سی ہے۔ جن حربی کافروں تک ہماری دعوت پہنچ چکی ہے ان کو جنگ شروع کرنے سے پہلے اسلام کی طرف دعوت دینا غیر ضروری ہے۔ البتہ جنہیں

دعوتِ نبویؐ ہی جو ان پر حملہ آور ہونے سے پہلے قوتِ تمام کرنی چاہیے۔ اسی طرح جو شخص (ملا) سے ناواقفیت کی بنا پر مترد ہو اس کو تو پیچھے ہٹا کر اسلام کی طرف واپس لانے کی کوشش کرنی چاہیے مگر جو شخص ملی و جمہ البصیرۃ اسلام سے خارج ہوا اسے تو یہی دعوہ دینے بغیر قتل کر دیا جائے۔ امام ابو یوسف کا بھی ایک قول اسی سائے کی تائید میں ہے، چنانچہ وہ کتاب الاملا میں فرماتے ہیں کہ میں مترد کو قتل کروں گا اور تو بہ کا مطالبہ نہ کروں گا، ہاں اگر وہ خود ہی جلدی کر کے توبہ کر لے تو میں اسے چھوڑ دوں گا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ کروں گا (کتاب السیۃ بحث استتابة المترد)

مذہبِ حنفی کی مزید تصریح ہدایہ میں اس طرح ہے:

”جب کوئی شخص اسلام سے پھر جائے (الیماذ باللہ) تو اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے، اگر اسے کوئی شبہ ہو تو اسے صاف کرنے کی کوشش کی جائے، کیونکہ بہت ممکن ہے کہ وہ کسی شبہ میں مبتلا ہو اور ہم اس کا شبہ دوہرہ کر دیں تو اس کا شر ایک بدتر صورت (یعنی قتل) کے بجائے ایک بہتر صورت (یعنی دوبارہ قبولِ اسلام) سے دفع ہو جائے۔ مگر مشائخِ فقہاء کے قول کے مطابق اس کے سامنے اسلام پیش کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اسلام کی دعوت تو اس کو پہنچے گی۔“ (باب احکام المتردین)

انسوس ہے کہ فقہ شافعی کی کوئی معتبر کتاب اس وقت میرے پاس نہیں ہے، مگر ہدایہ

میں ان کا جو مذہب نقل کیا گیا ہے وہ یہ ہے:

”شافعی سے منقول ہے کہ امام کو لازم ہے کہ مترد کو تین دن کی ہتلت دے اور اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس سے پہلے اسے قتل کر دے، کیونکہ ایک مسلمان کا ارتداد بظاہر کسی شبہ ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ لہذا ایک مدت ضرور ہونی چاہیے جس میں اس کے لیے

خود قاتل کا موقع جو اور ہم اس فرض کے لیے تین دن کافی سمجھتے ہیں۔ (باب احکام المرتدین)

غالباً ان شہادتوں کے بعد کسی شخص کے لیے اس امر میں شبہ کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے، اور یہ سزا نفس ارتداد کی ہے نہ کسی اور جرم کی جو ارتداد کیساتھ شامل ہو گیا ہو۔ رہے وہ لوگ جو یہ سب کچھ سن کر پوچھتے ہیں کہ قرآن میں یہ سزا کہاں لکھی ہے، تو میں ان سے صرف یہ سوال کروں گا کہ تمھاری رائے میں کیا اسلام کا پورا قانون تغیرات وہی ہے جو قرآن میں بیان ہوا ہے؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو گویا تم یہ کہتے ہو کہ قرآن میں جن افعال کو جرم قرار دے کر سزا تجویز کر دی گئی ہے ان کے ماسوا کوئی فعل اسلامی حکومت میں جرم مستلزم سزا نہ ہوگا۔ پھر ایک مرتبہ غور کر لو کیا اس قاعدے پر تم دنیا میں کوئی حکومت ایک دن بھی کامیابی کے ساتھ چلا سکتے ہو؟ اور اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور تم خود بھی تسلیم کرتے ہو کہ قرآن کے بیان کردہ جرائم اور سزائوں کے علاوہ اسلامی نظام حکومت میں دوسرے جرائم بھی ہو سکتے ہیں اور ان کے لیے تفصیلی قانون تغیرات کی ضرورت ہے، تو میرا دوسرا سوال یہ ہوگا کہ جو قانون نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی حکومت میں رائج تھا اور جس کو مسلسل تیرہ سو برس تک تمام امت کے جج، میجسٹریٹ اور علمائے قانون بالاتفاق تسلیم کرتے رہے ہیں، آیا وہ اسلامی قانون کہلانے کا زیادہ مستحق ہے یا وہ قانون جسے آج چند ایسے لوگ تجویز کریں جو غیر اسلامی علوم اور غیر اسلامی تہذیب و تمدن سے مغلوب و متاثر ہیں اور جن کو اسلامی علوم کی ادھوری تعلیم بھی میسر نہیں آئی ہے؟

(باقی)

# قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں

(۶)

دین

لغوی تحقیق | کلام عرب میں لفظ دین مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

(۱) غلبہ و اقتدار، حکمرانی و فرمانروائی، دوسرے کے کو اطاعت پر مجبور کرنا، اُس پر اپنی قوتِ قاہرہ (Sovereignty)

استعمال کرنا، اُس کو اپنا غلام اور تابع امر بنانا، مثلاً کہتے ہیں دان الناس، ای تمہرہ علی الطاعة (یعنی لوگو کو اطاعت پر مجبور کیا)۔ دیتھم فدانوا، ای تمہر تھم فاطاعوا (یعنی میں نے ان کو مغلوب کیا اور وہ مطیع ہو گئے)

دنت القوم، ای اذلتھم واستعبدتھم (یعنی میں نے اُس قوم کو سکھر کیا اور غلام بنایا)۔ دان الرجل اذا عزر

(فلاں شخص عزت اور طاقت والا ہو گیا)۔ دنت الرجل حملته علی ما یکفرہ (میں نے اس کو ایسے کام پر مجبور

کیا جس کے لیے وہ راضی نہ تھا)۔ ذین فلان، اذا حمل علی مکر وہ (فلاں شخص اس کام کے لیے برسرِ مجبور کیا گیا)۔

دنتہ، ای سُسنتہ و ملکته (یعنی میں نے اس پر حکم چلایا اور فرمانروائی کی)۔ دیتنتہ القوم، ولیتہ سیاستھم

(یعنی میں نے قوم کی سیاست و حکمرانی فلاں شخص کو دی)۔ اسی معنی میں حطیتہ اپنی ماں کو خطاب کر کے کہتا ہے:

لقد کُذبت امر بنیالی حتی ترکبھم اذق من الطحیْب

(تو اپنے بچوں کے معاملات کی نگراں بنائی گئی تھی، آخر کار تو نے انھیں کٹے ہوئے بھی زیادہ بایک کے کھچولے)

حدیث میں آتا ہے: الکیس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت، یعنی عقلمند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو

مغلوب کر لیا اور وہ کام کیا جو اس کی آخرت کے لیے نافع ہو۔ اسی معنی کے لحاظ سے دیان اُس کو کہتے ہیں

جو کسی ملک یا قوم یا قبیلہ پر غالب قاہر ہو اور اس پر فرمانروائی کرے، چنانچہ ایشی الحرامازی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

خطاب کر کے کہتا ہے: یا مسید الناس و دیان العرب۔ اور اسی لحاظ سے صحابین کے معنی غلام اور مملکت کے

معنی لوٹڈی، اور ابنِ مہینہ کے معنی لوٹڈی زاوہ کے آتے ہیں، جیسے نخل کہتا ہے: سابت در ربانی سحرھا